بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ: 21-07-2016

اس پروگرام کا خلاصہ:

قبروں کو مسمار کرنے کے لئے وہابیت کی اہم دلیل :

قبروں کو مسمار کرنے کے لئے وہابیوں کی ایک اہم دلیل وہ روایت ہے جس میں رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَآلِہِ وَسَلَّم نے حضرت علی عَلَیہِ السَّلَام کو مدینہ کی قبروں کو مسمار کرنے کی ذمہ داری سونپا تھا۔

«عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةٍ فَقَالَ: " أَيُّكُمْ يَنْطَلِقُ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلَا يَدَعُ بِهَا وَثَنًا إِلَّا كَسَرَهُ، وَلَا قَبْرًا إِلَّا سَوَّاهُ، وَلَا صُورَةً إِلَّا لَطَّخَهَا؟»

علی(علیہ السلام) سے روایت ہے: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کسی جنازہ کی تشییع میں شریک تھے کہ فرمایا: تم میں سے کون ہے جو مدینہ جا کے تمام بتوں کو توڑ سکتا ہے، تمام قبروں کو ہموار، اور تمام تصویروں کو مٹا سکتا ہے؟

مسند الإمام أحمد بن حنبل، اسم المؤلف: أحمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني، دار النشر: مؤسسة قرطبة – مصر؛ ج1، ص87، ح657

اس روایت کی سند سے قطع نظر، اس کے الفاظ کو بھی اگر ملحوظ نظر رکھا جائے تو بھی وہابیوں کا دعوا ثابت نہیں ہوتا کیوں کہ روایت کے الفاظ ہیں: «ولا قبرا إلا سواه» یہ نہیں کہا: «ولا قبرا إلا خربته» یا «ولا قبرا إلا هدمته» لہذا روایت میں خراب کرنے یا مسمار کرنے کا حکم نہیں، بلکہ حکم «تسوية القبر» ہے؛ یعنی قبروں کو ہموار کرنے کا حکم ہے کیونکہ جاہلیت کے دور میں قبروں کو اونٹ کے کوبڑ کی طرح بنایا کرتے تھے لہذا رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم نے جاہلیت کے آثار کو مٹانے کے لئے یہ حکم دیا تھا۔ اس کے باجود وہابیوں کے مطابق اس روایت کی رو سے جو بھی قبروں کو اونچا بنائے منجملہ «ابو حنیفہ» کی قبر اور اس کے لئے گنبد و بارگاہ

بنائے وہ کافر ہو گا۔ وہابی لوگ اس روایت سے بہت استدلال کرتے جب کہ مزہ کی بات یہ ہے کہ ان کا معروف

اور معتبر عالم ‹‹شعیب أرنؤوط›› اس روایت کے ذیل میں لکھتا ہے: ‹‹إسناده ضعیف›› اس کی سند ضعیف

ہے۔

روایت کی سند کے بارے میں بحث :

‹‹شعیب أرنؤوط›› کے ساتھ ، نہایت معتبر وہابی عالم ‹‹ألبانی›› جس کے اعتبار کی حیثیت یہ ہے کہ وہابیوں

میں اسے بخاری ثانی کہا جاتا ہے، وہ بھی کتاب ‹‹ارواء الغلیل›› جلد سوم صفحہ 206 میں یہی بحث پیش کرتے

ہوئے کہتا ہے کہ : ‹‹ورجاله ثقات رجال الشیخین غیر أبی المودع أو أبی محمد, فهو مجهول کما قال فی " التقریب"

وغیره›› حالانکہ اس کے رجال، شیخین کی نظر میں ثقہ ہیں لیکن أبی المودع یا أبی محمد تو بالکل مجهول ہیں جیسا کہ

کتاب " التقریب " میں یا دوسری کتابوں میں مذکور ہے.

إرواء الغليل فی تخریج أحادیث منار السبیل، المؤلف: محمد ناصر الدین الألبانی، الناشر: المکتب الإسلامی — بیروت، الطبعة: الثانیة - 1405، ج3، ص210، ح759

ظاہر سی بات ہے مجہول کی روایت، ضعیف ہوا کرتی ہے۔

تیسرا نکتہ یہ کہ کتاب«صحیح مسلم» میں روایت ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آخری سفر میں مکہ و مدینہ کے درمیان اپنی والدہ بزرگوار کے مرقد پہ حاضر ہوئے، خود بھی گریہ فرمایا اور آپ کے گرد سب لوگوں نے بھی گریہ کیا: «زَارَ النبی قَبْرَ أُمِّهِ فَبَکَی وَ أَبْکَی من حَوْلَهُ» سوال یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام قبروں کو مسمار کرنے کا حکم دیدیا تھا تو آپ کی والدہ کی قبر کی پہچان کیسے ہوئی؟!

انبیاء و اولیا کے قبور کی تعمیر، قرآن کی نظر میں:

پہلی آیہ: آیہ 36 سورہ مبارکہ نور:

«ثعلبی» نقل کرتاہے: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ اس آیت کی تلاوت فرمارہے تھے کہ ایک شخص اٹھ کے پوچھتاہے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ کون سا گھر مراد ہے؟ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انبیاء کا گھر مراد ہے۔ پھر ابو بکر نے اٹھ کے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! علی وزہرا کا گھر بھی انبیاء کے گھر کے برابر ہے؟! حضرت نے فرمایا: ہاں بلکہ انبیاء کے گھر سے افضل ہے.

الکشف والبیان؛ المؤلف: أبو إسحاق أحمد بن محمد بن إبراهیم الثعلبی النیسابوری، دار النشر: دار إحیاء التراث العربی - بیروت - لبنان - 1422هـ - 2002م، الطبعة: الأولى، تحقیق: الإمام أبی محمد بن عاشور، ج7، ص107

اسی طرح «جلال الدین سیوطی» کی کتاب «تفسیر در المنثور» میں، نیز «ألوسی» کی کتاب «تفسیر روح المعانی» میں بھی یہ روایت نقل ہوئی ہے۔

ملاحظہ کیجئے رفعت سے مراد کیا؟! خداوند عالم سورہ بقرہ آیہ 127 میں ارشاد فرماتاہے:

(وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ) اس آیہ شریفہ میں (يَرْفَعُ) کس معنی میں ہے؟! ظاہر سی بات ہے عمارت کو اٹھانے، بلند کرنے اور اونچا کرنے کے معنی میں ہے؛ اسی سے حرم، گنبد، ضریح اور بارگاہ بنانے کا اشارہ بھی ملتا ہے جس طرح حضرت ابراہیم نے خانہ خدا کی عمارت کو اونچا کیا.

«ابن جوزی» کہتا ہے:

«والثانی أن تبنی قاله مجاهد وقتادة» دوسرا نظریہ یہ ہے کہ قبور پر عمارت تعمیر کی جاسکتی ہے جیسا کہ مجاہد اور قتادہ قائل ہیں۔

زاد المسیر فی علم التفسیر، اسم المؤلف: عبد الرحمن بن علی بن محمد الجوزی، دار النشر: المکتب الإسلامی - بیروت - 1404، الطبعة: الثالثة، ج6، ص46، النور: (36)

اسی طرح کتاب «تفسیر بحر المحیط» میں «ابو حیان أندلسی» بھی یہی روایت نقل کرتے ہیں: «وإذنہ تعالی وأمرہ بأن (تُرفَعَ) أی یعظم قدرھا قالہ الحسن والضحاک» خداوند عالم نے اذن اور حکم دیا ہے کہ ان کی تکریم و تعظیم ہو اور اسے حسن بصری اور ضحاک نے کہا ہے «وقال ابن عباس ومجاهد: تبنی وتعلی» او ر ابن عباس و مجاہد کا کہنا ہے کہ: ان کے قبور پر عمارت تعمیر ہو اور وہ دوسرے گھروں سے اونچی ہو۔

تفسیر البحر المحیط، اسم المؤلف: محمد بن یوسف الشهیر بأبی حیان الأندلسی، دار النشر: دار الکتب العلمیة - لبنان/ بیروت - 1422ھ - 2001م، الطبعة: الأولی، تحقیق: الشیخ عادل أحمد عبدالموجود - الشیخ علی محمد معوض، ج6، ص421، باب النور: (36)

دوسری آیت: آیہ 23 سورہ مبارکہ کہف: (فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا رَّبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَى أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا إِذْ يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ)

اگر قبروں پہ مسجد بنانا کفر اور بدعت کا مصداق ہوتا تو خداوند عالم اس سورہ میں اس جگہ ضرور مذمت کرتا جبکہ خداوند عالم نہ صرف مذمت نہیں کر رہا ہے بلکہ تائید کر رہا ہے!

«زمخشری» کتاب «الکشاف» میں کہتا ہے : «{ لَنَتَّخِذَنَّ } علی باب الکھف {مَّسْجِدًا} یصلی فیہ المسلمون ویتبرکون بمکانھم» مراد یہ ہے کہ ہم اصحاب کہف کی قبر پر مسجد بنائیں گے تاکہ مومنین یہاں نماز پڑھیں،اور اصحاب کہف کے اس مقدس مقام سے برکتیں حاصل کریں۔

الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الأقاویل فی وجوہ التأویل، أبوالقاسم محمود بن عمرالزمخشری الخوارزمی، تحقیق عبدالرزاق المھدی،الناشر دارإحیاء التراث العربی،عددالأجزاء4،ج2،ص 665

«طبری» کتاب «تفسیر طبری» جلد 15 میں لکھتے ہیں: «وقال المسلمون نحن أحق بھم ھم منا نبنی علیھم مسجدا نصلی فیہ ونعبداللہ فیہ» مومنوں نے کہا کہ ہم دوسروں سے زیادہ حق رکھتے ہیں،ہم اصحاب کہف کی قبر پہ مسجد بنائیں گے،اور وہاں نماز پڑھیں گے اور خدا کی عبادت کریں گے۔

«ابن جوزی» متوفای 597 کتاب «زادالمسیر» میں کہتے ہیں: «فقال المسلمون نبنی علیھم مسجدا لأنھم علی دیننا» مومنین نے کہا کہ ہم اصحاب کہف کی قبر پر مسجد بنائیں گے کیونکہ وہ لوگ ہمارے دین پر تھے۔

قبور پر تعمیر سیرت صحابہ :

اہل سنت کی برجستہ شخصیت اور بزرگ عالم دین «سمہودی» اپنی کتاب «وفاء الوفا» کی دوسری جلد صفحہ 109 میں رقم طراز ہیں: «وكان بيت عائشة رضي الله عنها أحد الأربعة المذكورة. لكن سيأتي من رواية ابن سعد أنه لم يكن عليه حائط زمن النبي صلّى الله عليه وسلم، وأن أول من بني عليه جدارا عمر بن الخطاب» رسول اسلام صلّى اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں عائشہ کے حجرہ اور مسجد میں دیوار نہیں تھی، اس پر سب سے پہلے عمر نے دیوار بنائی۔

یعنی قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عائشہ کے حجرہ کے درمیان عمر نے دیوار بنائی۔ اب اگر قبر پر کسی طرح کی تعمیر حرام ہوتی تو قبر کو تو مسمار کر دینا چاہیے تھا، اس پر دیوار بنانے کا کیا مطلب ؟ اور دیوار کو بھی کسی اور نے نہیں خلیفہ دوم نے بنوایا!

کتاب ‹‹البداية و النهاية›› میں بیان ہوا ہے . ‹‹فأدخل فيه الحجرة النبوية حجرة عائشة فدخل القبر فى المسجد›› پھر نبی کا حجرہ، عائشہ کا حجرہ، نبی کی قبر، مسجد میں داخل کرلی گئی۔

البداية والنهاية، اسم المؤلف: إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي أبو الفداء، دار النشر: مكتبة المعارف – بيروت؛ ج9، ص75

دوسری روایت اسی کتاب ‹‹وفاء الوفاء›› میں یہی ‹‹سمہودی›› جناب ‹‹فاطمہ بنت اسد›› کے بارہ میں نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: ‹‹فلما توفيت خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأمر بقبرها فحفر فى موضع المسجد الذى يقال له اليوم قبر فاطمة›› جب فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا اس مکان میں جہاں مسجد تھی کھود کر ان کے لئے قبر تیار کی جائے۔

پروگرام کی تفصیل:

میزبان:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی جعلنا من المتمسکین بولایۃ مولانا امیر المؤمنین والأئمۃ المعصومین (علیھم السلام).

اللھم صل علی محمد وآل محمد وعجل فرجھم

ہم نے ۸ شوال انہدام جنت البقیع کی مناسبت سے پروگرام «حبل المتین» میں ائمہ انبیاء اور اولیاء کے قبور کے انہدام کے بارہ میں ایک بحث پیش کی تھی، آج بھی اسی موضوع کو مزید آگے بڑھانا چاہتے ہیں؛ اور اس کے لئے ہم نے دعوت دی ہے استاد محترم آیۃ اللہ ڈاکٹر حسینی قزوینی صاحب کو۔ استاد سے گزارش ہے کہ اس روایت پر روشنی ڈالیں جسے وہابی لوگ ائمہ کے قبور کی بے حرمتی اور انہدام کے لئے دستاویز بناتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو یہ ذمہ داری سونپی تھی کہ تمام قبروں کو مسمار کردیں۔

آیت اللہ ڈاکٹر حسینی قزوینی:

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم و بہ نستعین وھو خیر ناصر و معین الحمد اللہ والصلوۃ علی رسول اللہ و علی آبہ آل اللہ لا سیما علی مولانا بقیۃ اللہ واللعن الدائم علی اعدائھم اعداء اللہ الی یوم لقاء اللہ افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد حسبنا اللہ و نعم الوکیل نعم المولی و نعم النصیر.

وہ روایت جس سے وہابی لوگ استدلال کرتے ہیں خود ان کے نقطہ نظر سے ضعیف ہے؛ بے شک وہ تمام روایتیں گڑھی ہوئی ہیں؛ اور یہ جانتے ہوئے اس طرح کی روایت سے استدلال کرنا ان کے منافقت کی دلیل ہے؛ خاص طور سے کہ ائمہ طاہرین (علیہم السلام) کے قبور اور اہل سنت کے ائمہ اور دیگر صحابہ کے قبور کے ساتھ ان کا دہرا رویہ بھی ان کی اس منافقت کو مزید نمایاں کرتا ہے۔

قبور کو مسمار کرنے کے سلسلہ میں وہابی لوگ جن گڑھی ہوئی روایات کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں ان میں سے ایک وروایت یہی ہے جس کی طرف آپ نے اشارہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم نے حضرت علی علیہ السلام کو یہ ذمہ داری سونپی تھی کہ تمام قبروں کو مسمار کردیں۔

کتاب ‹‹مسند احمد بن حنبل›› محققه ‹‹شعیب الأرنؤوط›› جو کہ وہابیوں کا بہت بڑا اور نہایت معتبر عالم سمجھا جاتا ہے، اس کی پہلی جلد صفحہ 87 میں امیر المؤمنین علی (علیہ السلام) سے روایت نقل ہے:

‹‹عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةٍ فَقَالَ: " أَيُّكُمْ يَنْطَلِقُ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلَا يَدَعُ بِهَا وَثَنًا إِلَّا كَسَرَهُ، وَلَا قَبْرًا إِلَّا سَوَّاهُ، وَلَا صُورَةً إِلَّا لَطَّخَهَا؟››

علی (علیہ السلام) سے روایت ہے: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کسی جنازہ کی تشییع میں شریک تھے کہ فرمایا: تم میں سے کون ہے جو مدینہ جا کے تمام بتوں کو توڑ سکتا ہے، تمام قبروں کو ہموار، اور تمام تصویروں کو مٹا سکتا ہے؟

مسند الإمام أحمد بن حنبل، اسم المؤلف: أحمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني، دار النشر: مؤسسة قرطبة – مصر؛ ج 1، ص 87، ح 657

اس روایت کی سند سے قطع نظر، اس کے الفاظ کو بھی اگر ملحوظ نظر رکھا جائے تو بھی وہابیوں کا دعوا ثابت نہیں ہوتا کیوں کہ روایت کے الفاظ ہیں: ‹‹ولا قبرا إلا سواه›› یہ نہیں کہا: ‹‹ولا قبرا إلا خربته›› یا ‹‹ولا قبرا إلا

ھدمتہ» لہذا روایت میں خراب کرنے یا مسمار کرنے کا حکم نہیں دیا جارہا ہے بلکہ حکم «تسویۃ القبر» ہے یعنی

قبروں کو ہموار کرنے کا حکم ہے کیونکہ جاہلیت کے دور میں قبروں کو اونٹ کے کوہان کی طرح بنایا کرتے تھے لہذا

رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم نے جاہلیت کے آثار کو مٹانے کے لئے یہ حکم دیا تھا کہ قبروں کو زمین سے

ایک بالش اونچا کر کے اسے ہموار کر دیں؛ لیکن وہابیوں نے ہموار کرنے کے بجائے اسے مسمار کرنا شروع کر دیا؛

بہرحال روایت کا اگلا حصہ ہے: « فَقَالَ رَجُلٌ: أَنَا يَارَسُولَ اللهِ. فَانْطَلَقَ، فَهَابَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ، فَرَجَعَ» ایک

شخص نے کہا: میں یارسول اللہ، پھر وہ گیا، لیکن مدینہ والے اس کی ہیبت سے ڈر گئے، تو وہ لوٹ آیا۔ « فَقَالَ

عَلِيٌّ: أَنَا أَنْطَلِقُ يَارَسُولَ اللهِ» پھر علی نے کہا: میں جاتا ہوں یارسول اللہ۔ « قَالَ: " فَانْطَلِقْ» تو رسول

اللہ نے کہا: جاو « فَانْطَلَقَ ثُمَّ رَجَعَ» تو علی گئے اور اس کے بعد جب لوٹے « فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ، لَمْ أَدَعْ بِهَا

وَثَنًا إِلَّا كَسَرْتُهُ، وَلَا قَبْرًا إِلَّا سَوَّيْتُهُ، وَلَا صُورَةً إِلَّا لَطَّخْتُهَا» تو علی نے کہا: یارسول اللہ میں نے تمام بتوں کو توڑ ڈالا،

تمام قبروں کو ہموار کر دیا، اور تمام تصویروں کو مٹا ڈالا۔ « ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ عَادَ

لِصَنْعَةِ شَيْءٍ مِنْ هَذَا، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» پھر رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نے کہا:

اب اگر ان میں سے کسی نے کچھ بنایا تو اس نے محمد پر نازل شدہ کتاب اور دین کے سلسلہ میں کفر اختیار کیا۔

اس روایت کے رو سے وہابی طرز فکر کے مطابق جو بھی فوٹو کھنچوائے اور تصویر بنوائے منجملہ یہی افراد جو چینلز میں کیمرے کے سامنے بیٹھ کے فتوے دیتے ہیں، یہ سب کے سب کافر ہو چکے ہیں۔ یا جو بھی قبروں کو اونچا بنائے منجملہ «ابو حنیفہ» کی قبر اور اس کے لئے گنبد و بارگاہ بنائے وہ کافر ہو گا۔ وہابی لوگ اس روایت سے بہت استدلال کرتے جب کہ مزہ کی بات یہ ہے کہ ان کا ہی معروف اور معتبر عالم «شعیب أرنؤوط» اس روایت کے ذیل میں لکھتا ہے: «إسناده ضعيف»

یہ روایت ہماری کتابوں میں بھی ذکر ہوئی ہے، لیکن ہمارے علماء نے اس کے رجال میں تحقیق کر کے ثابت کیا ہے کہ یہ ایک گڑھی ہوئی روایت ہے۔

«شعیب أرنؤوط» کے ساتھ، نہایت معتبر وہابی عالم «ألبانی» جس کے اعتبار کی حیثیت یہ ہے کہ وہابیوں میں اسے بخاری ثانی کہا جاتا ہے، وہ بھی کتاب «ارواء الغلیل» جلد سوم صفحہ 206 میں یہی بحث پیش کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

«ورجاله ثقات رجال الشیخین غیر أبي المودع أو أبي محمد, فهو مجهول کما قال في "التقریب" وغیره»

حالانکہ اس کے رجال، شیخین کی نظر میں ثقہ ہیں لیکن أبي المودع یا أبي محمد تو بالکل مجہول ہیں جیسا کہ کتاب "التقریب" میں یا دوسری کتابوں میں مذکور ہے.

إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل، المؤلف: محمد ناصر الدين الألباني، الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثانية - 1405، ج3، ص210، ح759

ظاہر سی بات ہے مجہول کی روایت، ضعیف ہوا کرتی ہے۔

تیسرا نکتہ یہ کہ کتاب «صحیح مسلم» میں روایت ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آخری سفر میں

مکہ و مدینہ کے درمیان اپنی والدہ بزرگوار کے مرقد پہ حاضر ہوئے خود بھی گریہ فرمایا اور آپ کے گرد سب

لوگوں نے بھی گریہ کیا:

«زَارَ النبی قبرَ اُمِّهِ فبَکَی وَ اَبْکَی من حَوْلَهُ»

بنی نے اپنی والدہ کے قبر کی زیارت کی اور گریہ فرمایا اور ان کے اطراف میں موجود افراد کو بھی رونا آگیا۔

سوال یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام قبروں کو مسمار کرنے کا حکم دیدیا تھا تو آپ کی

والدہ کی قبر کی پہچان کیسے ہوئی؟!

میزبان:

یہ روایت تو زیارت قبور کے جواز کی بہترین دلیل ہے

آیت اللہ ڈاکٹر حسینی قزوینی:

جی ہاں، خاص طور سے روایت کے اگلے فقرہ میں تو زیارت کا حکم ہے:

«فَزُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ»

قبروں کی زیارت کرو کیونکہ اس سے موت یاد دلاتی ہے

ان وہابیوں کے باپ دادا کافر تھے، اسی لئے کوشش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شجرہ طیبہ کو بھی نعوذ باللہ کافر ثابت کریں؛ اسی لئے اس گڑھی ہوئی روایت میں یہ حصہ بھی ملا دیا:

«فقال اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي فِي أَنْ أَسْتَغْفِرَ لها فلم يُؤْذَنْ لي وَاسْتَأْذَنْتُهُ في أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأَذِنَ لي»

میں نے خدا سے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی خدا نے اجازت دے دی لیکن جب میں نے ان کے لئے استغفار اور طلب مغفرت کے لئے اجازت مانگی تو خدا نے اجازت نہیں دی۔

صحیح مسلم، اسم المؤلف: مسلم بن الحجاج أبو الحسین القشیری النیسابوری، دار النشر: دار إحیاء التراث العربی - بیروت، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی، ج2، ص671، ح976

اسی طرح کتاب «مستدرک علی الصحیحین» جلد دو صفحہ 336 میں اسی مضمون کی ایک اور حدیث موجود ہے:

«خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ يَنْظُرُ فِي الْمَقَابِرِ، وَخَرَجْنَا مَعَهُ، فَأَمَرَنَا فَجَلَسْنَا»

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبرستان میں آئے قبروں کا معاینہ کرنے لگے، ہم بھی ان کے ساتھ تھے، پھر ہمیں حکم دیا کہ بیٹھ جائیں

«ثُمَّ تَخَطَّا الْقُبُورَ»

پھر ایک ایک قبر کو عبور کیا

یہاں حدیث کے اس فقرہ پر غور کیجئے «ثم تخطا القبور» جب قبروں کے نشان مٹ چکے تھے تو «ثم تخطا القبور» کا کوئی مفہوم نہیں بنتا۔

اس کے بعد حدیث کا اگلا فقرہ بھی ملاحظہ ہو:

« حَتَّى انْتَهى إِلَى قَبْرٍ مِنْهَا فَنَاجَاهُ طَوِيلاً»

یہاں تک نبی ایک قبر پہ پہنچے اور دیر تک اس سے درد دل بیان کرتے رہے۔

« ثُمَّ ارْتَفَعَ نَحِيبُ رَسُولِ اللَّهِ بَاكِيًا فَبَكَيْنَا لِبُكَائِهِ»

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شدید گریہ کی آواز بلند ہوئی تو ہمیں بھی ان کے رونے پر رونا آگیا

« ثُمَّ أَقْبَلَ إِلَيْنَا فَتَلَقَّاهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا الَّذِي أَبْكَاكَ فَقَدْ أَبْكَانَا، وَأَفْزَعَنَا»

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری سمت آئے، عمر ابن خطاب نے سامنے آگے پوچھا: یا رسول اللہ آپ

نے کیوں گریہ کیا، جس نے ہمیں بھی رلا دیا اور بے تاب کر دیا

« فَجَاءَ فَجَلَسَ إِلَيْنَا فَقَالَ: «أَفْزَعَكُمْ بُكَائِي؟»

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اور ہمارے پاس بیٹھے اور فرمایا: کیا تم میرے گریہ سے بے تاب ہو گئے

« فَقُلْنَا: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ»

ہم نے کہا: ہاں یارسول اللہ!

« فَقَالَ: " إِنَّ الْقَبْرَ الَّذِي رَأَيْتُمُونِي أُنَاجِي فِيهِ، قَبْرُ أُمِّي آمِنَةَ بِنْتِ وَهْبٍ»

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ جہاں مجھے درد دل کرتے ہوئے تم نے دیکھا میری والدہ آمنہ

بنت وہب کی قبر ہے۔

المستدرک علی الصحیحین، اسم المؤلف: محمد بن عبد اللہ أبو عبد اللہ الحاکم النیسابوری، دار النشر: دار الکتب العلمیۃ-بیروت- 1411ھ -

1990م، الطبعۃ: الأولی، تحقیق: مصطفی عبد القادر عطا، ج2، ص366، ح3292

اگر وہابی علماء کے پاس عقل ہوتی تو ان کے لئے «فناجاہ طویلا» کا فقرہ کافی تھا کہ اگر مردہ واقعی میں نہیں سنتا

اور اس دنیا سے اس کا کوئی ارتباط نہیں ہے تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس سے درد دل کر رہے ہیں؟!

کیا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاذاللہ خاک سے درددل کررہے تھے؟! اور اگر یہ فرض مان لیا جائے تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں توہین ہو گی۔

آپ جانتے ہیں کہ جناب آمنہ کی رحلت اس وقت ہوئی ہے جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل ۶ سال کے تھے، آپ ۴۰ سال میں مبعوث بہ رسالت ہوئی یعنی آپ کی والدہ کو گذرے ہوئے ۳۴ سال ہو چکے تھے۔ آپ بعثت کے بعد ۱۳ سال تک مکہ میں رہے، آپ نے ہجرت کے بعد مدینہ میں اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اس وقت انہیں گذرے ہوئے ۴۶ سال گذر چکے تھے اور ابھی تک ان کی قبر موجود تھی۔ اور صرف پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ہی نہیں بلکہ ان کے آس پاس دیگر قبریں بھی موجود تھیں جن سے گذرتے ہوئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ کی قبر تک پہنچے تھے۔ یہ وہابی لوگ اس کا جواب دیں کہ جب قبریں مسمار ہو چکی تھیں تو اتنی سب قبریں کہاں سے آئیں؟!

جنہوں نے اس روایت کو گڑھا ہے ظاہرا تاریخ اسلام سے ناواقف تھے، یا بھول گئے تھے کیونکہ جھوٹا یوں بھی بھلکّڑ ہوتا ہے!

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی مکہ میں ہیں، ابھی مدینہ کے کچھ ہی لوگ اسلام لائے ہیں اور منی میں عقبہ کے پاس رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر مدینہ کے کچھ لوگوں نے بیعت کی ہے، ابھی مدینہ کی اکثریت اسلام سے ناآشنا ہے ایسے میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کو حکم دیں کہ مدینہ میں تمام بتوں کو توڑ دے، تمام قبروں کو یکساں کردے، گھروں میں موجود تمام تصویروں کو مٹادے، کیا یہ سب مضحکہ خیز نہیں؟ یا اس طرح کی حدیث گڑھنے والوں کی تاریخ اسلام کے سلسلہ میں جہل ونادانی کی بلکہ ان کی حماقت کی دلیل نہیں۔

اس روایت میں اسے گڑھنے والوں کی مزید حماقت دیکھئے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کی تشییع جنازہ میں شریک ہیں ایک شخص مدینہ آتا ہے اور لوٹتا ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی بھی وہیں موجود

ہیں،اس کے بعد امیر المؤمنین علی علیہ السلام بھی مدینہ آتے ہیں سارے بتوں کو توڑ کر، تمام قبروں کو ہموار کر کے، تمام تصویروں کو مٹانے کے بعد جب مدینہ سے لوٹتے ہیں تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی بھی اسی تشییع جنازہ میں موجود ہیں۔آخر یہ کون سا تشییع جنازہ تھا؟!کتنے دن بلکہ کتنے ہفتے لگ گئے ایک تشییع جنازہ میں ؟!جب کہ مکہ کا ماحول اتنا ساز گار بھی نہیں تھا کہ جب کسی مسلمان کا انتقال ہو جائے تو با قاعدہ اس کی تشییع جنازہ ہو۔

بہر حال یہ ایسا جھوٹ ہے جس کے گڑھنے والے کو جھوٹ بولنا بھی نہیں آیا،گڑھنے والا بھی جاہل اور بے وقوف اوراس کے اس جھوٹ کو ماننے والے بھی اس سے زیادہ بے وقوف۔

میزبان:

بہت بہت شکریہ استاد؛آج کل کیاہوتاہے کہ جب بھی کوئی بحث ہوتی ہے اور ہم اس کا مستدل جواب دیتے ہیں اور جب وہابیت لاجواب ہو جاتی ہے تو بحث سے فرار کرنے کے لئے فورا کہتے ہیں: قرآن سے جواب دیجئے، تو استاد آپ سے گذارش ہے کہ اس مسئلہ کوذرا قرآن کی روشنی میں بھی واضح کیجئے۔

انبیاءواولیا کے قبور کی تعمیر،قرآن کی روشنی میں:

آیت اللہ ڈاکٹر حسینی قزوینی:

اچھی طرح یاد ہے کہ کچھ دن پہلے ایک صاحب نے فون کیا تھا کہہ رہے تھے کہ آپ کے کام آیات قرآن کے خلاف ہے، ہم نے پوچھا کہ کون سی آیت کے خلاف ہے کہنے لگے: وہ مجھے یاد نہیں، بھول گیاہوں، ہم نے کہا کوئی بات نہیں آج رات قرآن اچھی طرح پڑھ کے ہمیں بتادیجئے گا کہ قرآن کی کون سی آیت میں ائمہ طاہرین علیہم السلام کی قبور پر بارگاہ بنانے کی ممانعت کی گئی ہے،تاکہ اگر شیعہ ان کی بات نہ مانیں کم سے کم حنفی حضرات

توان کی بات مان لیں اور ابو حنیفہ کی قبر کو مسمار کر دیں یا شافعی حضرات ان کی بات مان کر امام شافعی کی قبر کو ڈھا دیں۔

بہر حال وہ حضرت تو غایب ہو گئے اب تک کوئی دلیل نہ لا سکے لیکن ہم قرآن سے یہاں صرف دو آیت پیش کریں گے اور نہایت سادہ انداز میں اہل سنت کی تفاسیر سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی بات کو ثابت کر دینگے۔

پہلی آیہ اول: آیہ 36 سورہ مبارکہ نور:

(فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ)

ان گھروں میں جنہیں اللہ نے اذن دیا ہے محترم و باعظمت رہیں اور اس میں ہر صبح و شام اللہ کا نام یاد کیا جائے اور اس کی تسبیح کی جائے۔

سورہ نور (24): آیہ 36

یہ حضرات آ کے بتائیں کہ سب سے پہلے (بُیوتٍ) سے مراد کون سا گھر ہے؟! قطعاً یہاں تمام مسلمانوں کا گھر مراد نہیں ہے، کیونکہ ان میں مذکورہ خصوصیات نہیں پائی جاتی.

اور دوسری بات یہ کہ (تُرفَعَ) سے مراد کس طرح رفعت، بلندی اور اونچائی ہے؟! وہ کون سے گھر ہیں جنہیں بلند اور اونچا کرنے کا اذن پروردگار نے دیا ہے؟!

«ثعلبی» اپنی تفسیر «الکشف والبیان» جلد ہفتم میں «بریدہ اسلمی» سے نقل کرتے ہیں:

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے کہ ایک شخص اٹھ کے پوچھتا ہے: یارسول اللہ! یہ گھر کون سا مراد ہے؟ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انبیاء کا گھر مراد ہے۔

پھر ابو بکر نے اٹھ کے پوچھا: یارسول اللہ! علی وزہرا کا گھر بھی انبیاء کے گھر کے برابر ہے؟! حضرت نے فرمایا: «نعم من أفاضلها» ہاں بلکہ انبیاء کے گھر سے افضل ہے.

الکشف والبیان؛المؤلف: أبو إسحاق أحمد بن محمد بن إبراهیم الثعلبی النیسابوری، دار النشر: دار إحیاء التراث العربی - بیروت - لبنان - 1422هـ - 2002م،الطبعة: الأولی، تحقیق: الإمام أبی محمد بن عاشور،ج7،ص107

اسی طرح «جلال الدین سیوطی» کی تفسیر کتاب «در المنثور» محقّقہ ڈاکٹر «ترکی» میں بھی یہ روایت نقل ہوئی ہے:

«فقام الیہ أبو بکر فقال: یا رسول اللہ ھذا البیت منھا البیت علی وفاطمة»

پھر ابو بکر نے اٹھ کے پوچھا: یا رسول اللہ! علی وزہرا کا گھر بھی انبیاء کے گھر کے برابر ہے؟!

«قال: نعم من أفاضلھا»

آنحضرت نے فرمایا: ہاں بلکہ انبیاء کے گھر سے افضل ہے.

الدر المنثور،اسم المؤلف: عبد الرحمن بن الکمال جلال الدین السیوطی،دار النشر: دار الفکر - بیروت – 1993،ج6،ص203،باب النور: (36)

اس روایت کی ابتدا اس طرح ہوئی ہے: «وأخرج ابن مردویه» اس سے پتہ چلتا ہے کہ سیوطی کی نظر میں یہ روایت صحیح ہے کیونکہ سیوطی کا شیوہ یہ ہے کہ جب ان کی نظر میں کوئی روایت ضعیف ہو تو وہ اس طرح سے نقل کرتے ہیں: «بسند ضعیف»

اسی طرح «آلوسی» نے بھی اپنی تفسیر کتاب «روح المعانی» میں اس روایت کو نقل کیا ہے:

«فقام إليه أبو بكر رضي الله تعالى عنه فقال: يا رسول الله هذا البيت منها لبيت علي وفاطمة رضي الله تعالى عنهما»

پھر ابو بکر نے اٹھ کے پوچھا: یا رسول اللہ! علی وزہرا کا گھر بھی انبیاء کے گھر کے برابر ہے؟!

«قال: نعم من أفاضلها»

آنحضرت نے فرمایا: ہاں بلکہ انبیاء کے گھر سے افضل ہے.

اس کے بعد آلوسی لکھتے ہیں:

«وھذا إن صح لا ینبغی العدول عنه»

اگر یہ روایت صحیح ہو تو پھر اس سے عدول نہیں کیا جاسکتا.

روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، اسم المؤلف: العلامة أبی الفضل شهاب الدین السید محمود الألوسی البغدادی، دار النشر: دار إحیاء التراث العربی –بیروت، ج18، ص174، ح36

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آلوسی کے پاس بھی اس روایت کو ردّ کرنے کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے، ورنہ یہ تو بہت آسانی سے کہہ دیتے ہیں: اس روایت کو رافضیوں نے گڑھ دیا ہے۔

اب جب کہ ثابت ہو گیا کہ گھر حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اور امیر المؤمنین علی علیہ السلام کا گھر ہے تو آیئے دیکھتے ہیں کہ (تُرْفَعَ) سے کیا مراد ہے؟! ہم اس بات کو خود قرآن سے ہی ثابت کرنا چاہیں گے.

خداوند عالم سورہ بقرہ آیہ 127 میں فرماتا ہے:

(وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ)

اور جب ابراہیم واسماعیل نے خانہ کعبہ کی بنیادوں کو بلند کیا کہا پروردگارا ہم سے قبول کرنا بے شک تو سمیع و علیم

ہے۔

سورہ بقرہ(2): آیہ127

اس آیت شریفہ میں (یرْفَعُ) کا معنی کیا ہے؟! ظاہر سی بات ہے عمارت کو اٹھانے،بلند کرنے اوراونچا کرنے

کے معنی میں ہے؛اسی سے حرم، گنبد، ضریح اور بارگاہ بنانے کا اشارہ بھی ملتا ہے جس طرح حضرت ابراہیم نے

خانہ خدا کی عمارت کو اونچا کیا.

اسی طرح (فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ) والی آیت میں بھی (تُرْفَعُ) کا معنی بھی یہی ہے؛اور یہ معنی ہم

نے خود قرآن سے اخذ کیا ہے.

دوسرا نکتہ یہ کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہاں (تُرْفَعَ وَیذْکرَ فیها اسْمُهُ) سے مراد تعظیم و تکریم ہے، جیسا کہ «ابن جوزی» نے کتاب «زاد المسیر» میں سورہ بقرہ آیہ 127 کے ترجمہ و توضیح میں ذکر کیا ہے: «أحدها أن تعظم» اس کا ایک معنی تعظیم و تکریم ہے۔

میں عرض کرتا ہوں قبول ہے، یہی معنی سہی، لیکن میرا سوال یہ ہے کہ ائمہ (علیہم السلام) کے قبور کی تعظیم و تکریم کس معنی میں ہے؟! کیا ضریح، بارگاہ، گنبد و حرم تعمیر کرنا تعظیم و تکریم کا مصداق نہیں؟!

آپ دیکھیئے تاریخ میں اسلام سے پہلے یا اسلام کے بعد بھی جب بھی کوئی قوم نے کسی بزرگ کے مرقد کی تعظیم و تکریم کرنا چاہی تو قبر پہ ضریح بنا کر اس پر بارگاہ و گنبد بنا کر اپنی عقیدت کا اظہار کیا جیسا کہ «احناف» نے «ابو حنیفہ» کی قبر پر اسی طرح «بخاری» کی قبر پر گنبد و بارگاہ بنا کر ان کی تعظیم و تکریم کی۔

بہر حال یہ بات بہت واضح ہے مگر یہ کہ کوئی بے عقل ہو تو اس کی بات الگ ہے۔

مزہ کی بات تو یہ ہے کہ «ابن جوزی» اس روایت کے ذیل میں کہتے ہیں:

«والثانی أن تبنی قالہ مجاھد وقتادۃ»

دوسرا نظریہ یہ ہے قبروں پہ اونچی عمارت تعمیر ہو جیسا کہ مجاہد اور قتادۃ قائل ہیں۔

زادالمسیر فی علم التفسیر، اسم المؤلف: عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی، دارالنشر: المکتب الإسلامی - بیروت - 1404، الطبعۃ: الثالثۃ، ج6، ص46، النور: (36)

لہذا یہ آیت ائمہ طاہرین (علیہم السلام) کے مرقد پر گنبد و بارگاہ بنانے کی مشروعیت پر بخوبی دلالت کرتی ہے،

جس طرح کتاب «تفسیر بحرالمحیط» میں «ابوحیان أندلسی» نے بھی اسی روایت کو نقل کیا ہے:

«وإذنہ تعالی وأمرہ بأن (تُرفَعَ) أی یعظم قدرھا قالہ الحسن والضحاک»

خداوند عالم نے اذن اور حکم دیا ہے کہ ان کی تکریم و تعظیم ہو اور اسے حسن بصری اور ضحاک نے کہا ہے۔

«وقال ابن عباس ومجاھد: تبنی وتعلی»

اور ابن عباس و مجاہد کا کہنا ہے کہ: ان کے قبور پر عمارت تعمیر ہو اور وہ دوسرے گھروں سے اونچی ہو۔

تفسیر البحر المحیط، اسم المؤلف: محمد بن یوسف الشھیر بأبی حیان الأندلسی، دار النشر: دار الکتب العلمیة - لبنان/ بیروت - 1422ھ - 2001م، الطبعة: الأولی، تحقیق: الشیخ عادل أحمد عبدالموجود- الشیخ علی محمد معوض، ج6، ص421، باب النور: (36)

اسی طرح «اٰلوسی» اپنی تفسیر کتاب «تفسیر المعانی» میں کہتے ہیں:

«ومن ذلک أیضا بناؤھا رفیعة عالیة لا کسائر البیوت»

اور اسی میں سے یہ بھی ہے کہ ان کے اوپر اونچی عمارت تعمیر کی جائے دوسری عمارتوں کے زیادہ اونچی۔

«وفسر بعضھم الرفع بنائھا رفیعة»

اور دوسروں نے بھی یہی تفسیر کی ہے کہ ان کی عمارت اونچی بنائی جائے۔

دلیل کیا ہے؟!

«وإذ یرفع إبراھیم القواعد من البیت وإسماعیل»

روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، اسم المؤلف: العلامة أبی الفضل شهاب الدین السید محمود الألوسی البغدادی، دار النشر: دار إحیاء التراث العربی – بیروت، ج18، ص176، باب النور (36 – 37)

انہوں نے بھی ایک دم وہی دلیل دی ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا۔ میں وہابیوں کو نصیحت کرتا ہوں باتیں بنانے کے بجائے تھوڑا قرآن غور سے سمجھ کے پڑھیں۔ یہ تمام روایات کو ہم نے بیان کیا سب اہل سنت علماء سے نقل کیا ان میں سے کوئی بھی شیعہ نہیں تھا۔

دوسری آیت: آیہ 23 سورہ مبارکہ کھف:

اصحاب کہف قریب 300 سال غار میں سونے کے بعد بیدار ہوئے اس کے بعد انہوں نے اللہ سے طلب کیا کہ انہیں اس دنیا سے اٹھالے، پھر جب لوگوں نے اصحاب کہف کو مردہ پایا تو ان میں اختلاف ہو گیا:

(إِذْ يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا رَّبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَى أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا)

جب ان میں اس بارہ میں اختلاف ہوا تو ان میں سے کچھ نے کہا کہ اس غار پر ایک بنا تعمیر کر دو، ان کا پروردگار ہی

ان کے بارے میں بہتر جانتا ہے، لیکن جو غالب تھے انہوں نے کہا ہم اس پر مسجد بنائیں گے۔

سورہ کھف (18): آیہ 21

اگر قبروں پہ مسجد بنانا کفر اور بدعت کا مصداق ہوتا تو خداوند عالم اس سورہ میں اس جگہ ضرور مذمت کرتا جبکہ

خداوند عالم نہ صرف مذمت نہیں کر رہا ہے بلکہ تائید کر رہا ہے! خداوند عالم اسی سورہ مبارکہ آیہ 13 میں

ارشاد فرماتا ہے:

(نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَیۡکَ نَبَاَھُمۡ بِالۡحَقِّ ؕ اِنَّھُمۡ فِتۡیَۃٌ اٰمَنُوۡا بِرَبِّھِمۡ وَزِدۡنٰھُمۡ ھُدًی)

ہم ان کی داستان تمہارے لئے حق کے ساتھ بیان کرتے ہیں، وہ ایسے جواں مرد تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان

لائے اور ہم نے انہیں مزید ہدایت دی۔

سورہ کھف (18): آیہ 13

خداوند عالم اس آیت میں صراحت کے ساتھ بیان کر رہا ہے کہ اصحاب کہف کی داستان حق ہے؛ لیکن جب قرآن کریم فرعون کے بارے میں تذکرہ کرتا ہے فوراً اس کی مذمت کرتا ہے، یا جب نمرود کے بارہ میں بیان ہوتا تو فوراً اس کی بھی مذمت کرتا ہے!

میں یہاں کتاب «الکشاف» میں سے «زمخشری» کا قول نقل کرنا چاہتا ہوں وہ «زمخشری» جو اہل سنت کے معتبر ترین عالم ہیں اور علم تفسیر میں بنیاد اور سند کی حیثیت رکھتے ہیں، یقیناً «زمخشری» جیسے عظیم مفسر قرآن «ابن تیمیہ» اور «محمد بن عبدالوہاب» کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ اور بہتر قرآن سمجھتے ہیں۔

مفسر قرآن «زمخشری» متوفای 538 ہجری نے «ابن تیمیہ» سے 200 سال اپنی تفسیر کتاب «الکشاف» میں لکھا ہے:

«{ لَنَتَّخِذَنَّ } على باب الكهف { مَّسْجِدًا } يصلي فيه المسلمون ويتبركون بمكانهم»

مراد یہ ہے کہ ہم اصحاب کہف کی قبر پر مسجد بنائیں گے تاکہ مومنین یہاں نماز پڑھیں، اور اصحاب کہف کے اس مقدس مقام سے برکتیں حاصل کریں۔

الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الأقاویل فی وجوہ التأویل، أبو القاسم محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی، تحقیق عبد الرزاق المهدی، الناشر دار إحیاء التراث العربی، عدد الأجزاء 4، ج 2، ص 665

«طبری» بھی کتاب «تفسیر طبری» جلد 15 میں لکھتے ہیں:

«وقال المسلمون نحن أحق بهم هم منا نبنی علیهم مسجدا نصلی فیه ونعبد الله فیه»

مومنوں نے کہا کہ ہم دوسروں سے زیادہ حق رکھتے ہیں، ہم اصحاب کہف کی قبر پہ مسجد بنائیں گے، اور وہاں نماز پڑھیں گے اور خدا کی عبادت کریں گے۔

جامع البیان عن تأویل آی القرآن، اسم المؤلف: محمد بن جریر بن یزید بن خالد الطبری أبو جعفر، دار النشر: دار الفکر - بیروت - 1405، ج 15، ص 222، باب الکھف: (19 - 20) وکذلک بعثناھم لیتساءلوا...

اب جو وہابی ٹولہ یہ کہتا ہے اگر قبر پر مسجد بنادی جائے تو وہ بتکدہ بن جائے گی لہذا قبر کو ویران کرنا چاہیئے بلکہ نبش قبر کر کے جسد کو بھی وہاں سے دور کر دینا چاہیئے یہ جاہل ٹولہ اس روایت کا جواب دے،اس روایت کو کسی شیعہ نے بلکہ اہل سنت کے «طبری» نے نقل کیا ہے۔

اسی طرح «ابن جوزی» متوفای 597 کتاب «زادالمسیر» میں کہتے ہیں:

«فقال المسلمون نبنی علیهم مسجدا لأنهم علی دیننا»

مومنین نے کہا کہ ہم اصحاب کہف کی قبر پر مسجد بنائیں گے کیونکہ وہ لوگ ہمارے دین پر تھے۔

زادالمسیر فی علم التفسیر،اسم المؤلف: عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی،دارالنشر: المکتب الإسلامی-بیروت- 1404،الطبعة: الثالثة، ج5،ص123،باب الکهف: (21) وکذلک أعثرنا علیهم...

اسی طرح «فخر رازی» اپنی تفسیر جلد 21 صفحہ 90 میں لکھتے ہیں:

«(لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيهِم مَّسجِدًا) نعبدالله فیه ونستبقی آثار أصحاب الکهف بسبب ذلک المسجد»

انہوں نے کہا کہ ہم اس پر مسجد بنائیں گے، اس میں اللہ کی عبادت کرینگے، اور اس مسجد کے ذریعہ اصحاب کہف کے آثار کو بھی آیندہ نسلوں کے لئے باقی رکھیں گے۔

التفسیر الکبیر أو مفاتیح الغیب، اسم المؤلف: فخر الدین محمد بن عمر التمیمی الرازی الشافعی، دار النشر: دار الکتب العلمیة - بیروت - 1421ھ - 2000م، الطبعة: الأولی، ج21، ص90

اسی طرح «شوکانی» کتاب «فتح القدیر» جلد سوم صفحہ 277 میں لکھتے ہیں:

«أمرهم لنتخذن علیهم مسجدا) ذکر اتخاذ المسجد یشعر بأن هؤلاء الذین غلبوا علی أمرهم هم المسلمون»

یہ جو غار پر مسجد بنانا چاہتے تھے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ لوگ جو غالب ہوئے وہ مومن تھے۔

فتح القدیر الجامع بین فنی الروایة والدرایة من علم التفسیر، اسم المؤلف: محمد بن علی بن محمد الشوکانی، دار النشر: دار الفکر — بیروت، ج3، ص277، الکهف: (21) وکذلک أعثرنا علیهم...

اب مجھے نہیں معلوم ان سے کس زبان میں گفتگو کروں کہیں یہ لوگ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ کا مصداق تو نہیں

(وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ)

سورہ بقرہ(2): آیہ 171

میزبان:

استاد محترم بہت شکریہ، آپ نے آیات و روایات کی روشنی میں اس مسئلہ کے بارہ میں سیر حاصل بحث کی آخر میں ذرا یہ بھی بتا دیجئیے کہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی رحلت کے بعد اس مسئلہ میں صحابہ کرام کی سیرت کیا رہی تھی؟

بنائے قبور میں سیرت صحابہ:

آیت اللہ ڈاکٹر حسینی قزوینی:

«سمہودی» جو کہ اہل سنت کی اہم ترین برجستہ شخصیتوں میں سے ہیں کتاب «وفاء الوفا» جلد دوم صفحہ

109 میں لکھتے ہیں:

«وکان بیت عائشة رضی الله عنها أحد الأربعة المذکورة. لکن سیأتی من روایة ابن سعد أنہ لم یکن علیه حائط زمن

النبی صلّی الله علیه و سلم، و أن أول من بنی علیه جدارا عمر بن الخطاب»

رسول اسلام صلّی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے زمانے میں عائشہ کے حجرہ اور مسجد میں دیوار نہیں تھی، اس پر سب سے

پہلے عمر نے دیوار بنائی۔

وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى، المؤلف: علی بن عبد الله، نور الدین أبو الحسن السمهودی (المتوفی: 911ھ)، الناشر: دار الکتب العلمیة–

بیروت، الطبعة: الأولى – 1419، ج2، ص109، باب أول من بنی جدارا علی بیت عائشة

اب اگر قبر پر کسی طرح کی تعمیر حلام ہوتی تو قبر کو تو مسمار کر دینا چاہیئے تھا، اس پر دیوار بنانے کا کیا مطلب ؟ اور

دیوار کو بھی کسی اور نے نہیں خلیفہ دوم نے بنوایا!

اسی طرح اسی کتاب کی دوسری جلد صفحہ 111 میں لکھتا ہے:

«روی ابن زبالة عن عائشة رضی الله عنها أنها قالت: مازلت أضع خماری وأتفضل فی ثيابی «1» حتی دفن عمر؛ فلم أزل متحفظة فی ثيابی حتی بنيت بيني وبين القبور جدارا»

ابن زبالہ ،عایشہ سے نقل کرتا ہے کہ انہوں نے کہا: میں ہمیشہ گھر میں بنا حجاب کے گھر کے لباس میں رہتی تھی یہاں تک کہ میرے گھر میں عمر کو دفن کر دیا گیا اس کے بعد ہمیشہ میں بلند کپڑے پہنتی اور ہمیشہ حجاب میں رہتی، یہاں تک کہ میرے اوران کی قبر کے درمیان دیوار اٹھادی گئی۔

اگر عمر مرنے کے بعد ختم ہو گئے اور اس دنیا سے ان کا کوئی رابطہ نہیں رہا تو عایشہ کیوں ان کے دفن ہونے کے بعد اپنے گھر میں حجاب کیا کرتی تھی جبکہ پہلے تو ایسا نہیں کرتی تھیں؛ یقینا یہی وجہ تھی کہ عمر نامحرم ہیں اور وہ انہیں دیکھ رہے ہیں۔

عایشہ کے عقیدہ کے مطابق مردہ شخص دیکھ سکتا ہے جبکہ «شیخ الشیاطین» کے وہابی پیروکار کہتے ہیں کہ جو اس دنیا سے چلا گیا وہ فانی ہو گیا اس کا زندوں کی دنیا سے کوئی رابطہ نہیں، نہ ہماری آواز سنتا ہے، نہ ہمیں جواب دے سکتا ہے۔

بہر حال اس روایت کے ذیل میں یہ فقرہ بھی قابل توجہ ہے:

«کانوا یأخذون من تراب القبر»

مومنین پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی خاک کو تبرک کے طور پر اٹھاتے تھے۔

اگر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرقد کی خاک کی کوئی حیثیت نہیں تو مومنین اس خاک کو تبرک کے طور پر کیوں اٹھاتے تھے۔

وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى، المؤلف: علی بن عبد الله، نور الدین أبو الحسن السمهودی (المتوفی: 911ھ)، الناشر: دار الکتب العلمیة – بیروت، الطبعة: الأولى – 1419، ج2، ص111، الفصل العشرون فیما حدث من عمارة الحجرة بعد ذلک، والحائز الذی أدیر علیها

کتاب «البدایة والنھایة» جلد ۹ صفحہ 75 میں ایک لمبی داستان نقل ہوئی ہے کہ : «ولید بن عبدالملک» کے دور خلافت میں «عمر بن عبدالعزیز» کے مطابق مسجد النبی کے اطراف کے تمام مکانوں کو خرید لیا گیا اور سب کو مسجد میں شامل کر لیا گیا: «فأدخل فیہ الحجرة النبویة حجرة عائشة فدخل القبر فی المسجد» نبی کا حجرہ اور آپ کی قبر عایشہ کا گھر سب مسجد میں شامل کر دیا گیا.

البدایة والنھایة، اسم المؤلف: إسماعیل بن عمر بن کثیر القرشي أبو الفداء، دار النشر: مکتبة المعارف – بیروت، ج9، ص75

وہابی ٹولہ جواب دے کہ نہ «عمر بن عبدالعزیز» شیعہ تھا نہ «ولید بن عبدالملک» تم جوان شیدائی ہو جواب دو کہ جب مسجد میں قبر ہونے سے نماز باطل ہو جاتی ہے تو اس واقعہ کو آج 1338 سال گذر رہے ہیں، کیا تب سے آج تک مسلمانوں کی نماز باطل ہے؟!

دوسری روایت اسی کتاب «وفاء الوفاء» میں یہی «سمہودی» جناب «فاطمہ بنت اسد» کے بارہ میں نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

«فلما توفيت خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأمر بقبرها فحفر في موضع المسجد الذی يقال له اليوم قبر فاطمة»

جب فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اس مکان میں جہاں مسجد تھی کھود کر

ان کے لئے قبر تیار کی جائے۔

وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى، المؤلف: علي بن عبد الله، نور الدين أبو الحسن السمهودي (المتوفى: 911 هـ)، الناشر: دار الكتب العلمية-

بيروت، الطبعة: الأولى- 1419، ج3، ص87

اس روایت کی روسے چاہے جناب «فاطمہ بنت اسد» کی قبر پر بعد میں مسجد تعمیر کی گئی ہو یا مسجد ہی میں قبر تیار

کی گئی ہو دونوں صورت میں وہابیوں کے فتوں کی دھجیاں اڑ جاتی ہے

کتاب «خلاصة الوفاء بأخبار المصطفى» میں «سمہودی» لکھتے ہیں:

«مصعب بن عمير وعبد الله بن جحش دفنا تحت المسجد الذی بنی علی قبر حمزة»

مصعب بن عمیر اور عبداللہ بن جحش اس مسجد کے گوشہ میں دفن ہوئے جو سید الشہدا جناب حمزہ کی قبر پر بنائی گئی تھی.

خلاصة الوفا بأخبار دار المصطفى، المؤلف: علی بن عبد اللہ بن أحمد الحسنی السمهودی (المتوفى: 911ھ)، دراسة و تحقیق: د/ محمد الأمین محمد محمود أحمد الجكينى، ج3، ص114، باب سید الشهداء حمزة بن عبد المطلب و مصرعه

اسی طرح اسی کتاب ایک دوسری حدیث میں آیا ہے:

«وعن أبي جعفر أن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم كانت تزور قبر حمزة رضى الله تعالى عنه ترمّه وتصلحه، وقد تعلمته بحجر»

حضرت فاطمہ دختر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جناب حمزہ سید الشہدا کی قبر کی زیارت کیا کرتی تھیں، اس کی خرابیوں کی مرمت کراتیں، اور اس پر ایک پتھر بھی نصب کیا تھا۔

خلاصة الوفا بأخبار دار المصطفى، المؤلف: علی بن عبد الله بن أحمد الحسنی السمهودی (المتوفى: 911ھ)، دراسة وتحقيق: د/ محمد الأمين محمد محمود أحمد الجكينی، ج3، ص111، باب زيارة النبی صلی اللہ عليہ وسلم وخلفائہ قبور الشهداء علی رأس كل حول

یہ صحابہ کی سیرت رہی ہے، یہ تمام روایات ہماری نہیں بلکہ سب کے سب اہل سنت کی کتابوں سے تھی۔اس بنا پر آپ کے بقول ‹‹سلف صالح›› کی سیرت بھی آپ کے کرتوتوں سے بہت مختلف تھی۔

میزبان:

استاد محترم، بہت بہت شکریہ، واقعا مکمل اور جامع بحث پیش کی گئی ہے، حق کے خواہاں کے لئے واقعا وافی وکافی ہے؛ آخر میں ناظرین کے کچھ ٹیلیفون بھی سن لیتے ہیں:

ناظرین کے رابطے:

(جناب مؤمن الطاق خوزستان سے ـــ شیعہ):

وہابیت کا جو کہ دعوا ہے کہ قبور پر عمارت بنانا شرک ہے تو سب سے پہلے مشرک «صحابی رسول ابو جندل» ہیں کہ جب «صحابی رسول ابو بصیر» کا انتقال ہوا تو «صحابی ابو جندل» نے انہیں دفن کیا اور ان کی قبر پر مسجد تعمیر کیا۔

یہ واقعہ اہل سنت کی متعدد کتابوں میں درج ہے منجملہ «الوافی بالوفیات» جلد 10 صفحہ 108 چاپ دارالکتاب العربی۔ نیز کتاب «عمدۃ القاری» تالیف «عینی» جلد 14 صفحہ 16:

«فدفنه أبو جندل مكانه، وصلى عليه وجعل عند قبره مسجداً»

تو ابو جندل نے انہیں اس جگہ دفن کیا، اس پر نماز ادا کی، اور ان کی قبر پر ایک مسجد تعمیر کی۔

الوافي بالوفيات، اسم المؤلف: صلاح الدين خليل بن أيبك الصفدي، دار النشر: دار إحياء التراث - بيروت - 1420هـ - 2000م، تحقيق: أحمد الأرناؤوط وتركي مصطفى، ج10، ص108، باب أبو بصير الصحابي

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، اسم المؤلف: بدر الدین محمود بن أحمد العینی، دار النشر: دار إحیاء التراث العربی – بیروت، ج 14، ص 16، باب 51

اس کے ساتھ ایک دو سوال بھی ہیں جو میں استاد محترم سے پوچھنا چاہتا ہوں پہلا سوال یہ ہے کہ آپ کی رائے «ابن عضائری» کی طرف منسوب کتاب «رجال» کے بارے میں کیا؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ میں نے سنا ہے کہ «ذہبی» نے کہا ہے کہ اگر کسی کی ایک روایت بھی جرح کی گئی تو اس کی کوئی روایت قابل قبول نہیں ہے، اگر ہو سکے تو اس کی طرف بھی روشنی ڈالیئے۔ شکریہ۔

(جناب نور بخش سیرجان سے — شیعہ):

میں استاد سے چاہتا ہوں کہ تھوڑا «ابو ہریرہ» کے بارے میں روشنی ڈالیں۔ شکریہ۔

رجال میں «ابن عضائری» کے نظریات:

آیت اللہ ڈاکٹر حسینی قزوینی:

رجال کے سلسلہ میں «ابن عضائری» کے نظریات کے بارے میں ہم نے اپنی کتاب «المدخل الی علم الرجال والدرایۃ» میں تفصیل سے بحث کی ہے اور اس سلسلہ میں ہماری رائے وہی ہے جو اس سلسلہ میں مرحوم آیت اللہ «خوئی» کی ہے؛ حق یہی ہے کہ «ابن عضائری» کی طرف اس کتاب کاانتساب ثابت نہیں ہے۔

جو«ابن عضائری» کے سلسلہ میں قطعاپتہ ہے وہ یہ ہے کہ ان کے بیٹوں نے ان کے انتقال کے بعدان کے تمام علمی آثار کو برباد کردیا۔

بعض وقت اولاداپنے والد کانام زندہ رکھتے ہیں جیسے «فخرالمحققین» جنہوں نے اپنے والد «علامہ حلی» کے نام کوزندہ کیا؛لیکن بعض وقت ایسانہیں ہوتا۔بہر حال رجال کی وہ کتاب جو«ابن عضائری» سے منسوب ہے اس دوہرے نظریات پائے جاتے ہیں۔

میزبان:

ان کاایک دوسرا ابھی سوال تھا "«ذہبی» کے نظریہ کے بارے میں کہ اگر کسی کی ایک روایت بھی جرح کی گئی تواس کی کوئی روایت قابل قبول نہیں ہے۔

آیت اللہ ڈاکٹر حسینی قزوینی:

جی یہ کتاب «النکت علی مقدمہ ابن الصلاح» جلد 3 صفحہ 362 میں لکھتے ہیں:

«فلو جرحہ واحد وعدلہ مائة قدم قول الواحد لذلک»

اگر کسی کو سو لوگوں نے توثیق کی ہو اور ایک شخص نے اسے جرح کیا ہو تو اس ایک شخص کی بات مقدم ہے۔

النکت علی مقدمة ابن الصلاح، الناشر: أضواء السلف—الریاض، الطبعة الأولی، 1419ھ - 1998م، تحقیق: د. زین العابدین بن محمد بلافریج، ج3، ص362، شمارہ244

بہر حال یہ ان کی نظر ہے،«ذہبی» کی ایک اور کتاب ہے «الرواۃ الثقات المتکلم فیھم بمالا یوجب ردھم» نام

کی جس میں انہوں نے اس طرح کے راویوں کو معین کیا ہے، مثال کے طور پر اسی کتاب کے صفحہ 53 پر لکھتے

ہیں:

«أحمد بن عیسی التستری مصری ثقة حجة احتج به الشیخان وما علمت فیه وھنا فلا یلتفت الی قول یحیی بن معین فیه

کذاب وکذا غمزه ابوزرعة»

مسلم و بخاری کی نظر میں تو احمد بن عیسی تستری مصری ثقہ اور حجت ہیں لیکن یحیی بن معین نے انہیں جھوٹا کہا

ہے اور ابوزرعہ نے بھی تضعیف کیا ہے.

الرواة الثقات المتکلم فیھم بمالا یوجب ردھم، الإمام الحافظ أبي عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان الذھبی، تحقیق محمد إبراھیم الموصلی، الناشر دار

البشائر الإسلامیة، سنة النشر 1412ھ - 1992م، مکان النشر بیروت – لبنان، ص53

اسی کتاب کے صفحہ 55 میں «احمد بن فرات» کے بارے میں لکھتے ہیں:

«من كبار الائمة الاثبات»

پھر «ابن خراش» سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

«علی قول ابن خراش فیه یکذب عمداً»

ابن خراش کے بقول: یہ شخص عمداً جھوٹ بولتا تھا!

الرواة الثقات المتکلم فیهم بما لا یوجب ردهم، الإمام الحافظ أبی عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبی، تحقیق محمد إبراهیم الموصلی، الناشر دار البشائر الإسلامیة، سنة النشر 1412هـ - 1992م، مکان النشر بیروت – لبنان، ص55

اس طرح کی مثالیں بہت ہیں مثلاً اسی کتاب کے صفحہ 66 میں «اسرائیل بن یونس» کے بارے میں آیا ہے

:

«من ثقات الکوفیین»

پھر دوسری جگہ آیا ہے:

«وقال ابن سعد منهم من يستضعفه قلت ولا يلتفت إلى ابن حزم في رده لحديث إسرائيل وتضعيفه»

ابن حزم أندلسی اور دوسروں کا کہنا ہے کہ: یہ شخص اسرائیلیات نقل کرتا تھا اور یہ شخص ضعیف ہے.

الرواة الثقات المتكلم فيهم بما لا يوجب ردهم، الإمام الحافظ أبي عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، تحقيق محمد إبراهيم الموصلي، الناشر دار البشائر الإسلامية، سنة النشر 1412هـ - 1992م، مكان النشر بيروت – لبنان، ص66، شماره 18

میزبان:

بہت خوب؛ استاد ناظرین میں سے جناب نور بخش صاحب نے «ابوہریرہ» کے بارے میں پوچھا تھا؛ اس سلسلہ میں بھی مختصر روشنی ڈال دیجئیے

آیت اللہ ڈاکٹر حسینی قزوینی:

«ابوہریرہ» کے سلسلہ میں تو تفصیلی بحث کرنی چاہیئے، لیکن مختصر میں ابوہریرہ کا ایک واقعہ بیان کردوں اس سے ان کی شخصیت سمجھ میں آسکتی ہے وہ جب کوئی روایت نقل کرتے اور اس کا جھوٹ واضح ہو جاتا تھا تو کہہ دیتے تھے:

«لَاھذا من کیسِ اَبی ھریرۃ»

نہیں؛ یہ تو ابوہریرہ کی تھیلی سے تھا۔

ایک تفصیلی روایت ہے جو قال النبی سے شروع ہوتی:

«قال النبی اَفضَلُ الصَّدَقَۃِ ما تَرَک غِنًی وَالیدُ العُلیا خیرٌ من الیدِ السُّفلَی وَابدَاُ بمن تَعول تقولُ المرأۃُ اِمّا اَن تُطعِمَنی وَاِمّا اَن تُطلِّقَنی وَیقولُ العَبدُ اَطعِمنی وَاستَعمِلنی وَیقولُ الابنُ اَطعِمنی اِلی من تدعُنی فقالوا یا اَبا ھریرۃ سَمِعتَ ھذا من رسول اللّٰہِ»

الجامع الصحيح المختصر، اسم المؤلف: محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاری الجعفی، دار النشر: دار ابن کثیر, الیمامة - بیروت - 1407 - 1987، الطبعة: الثالثة، تحقیق: د. مصطفی دیب البغا، ج5، ص2048، ح5040

لیکن جب اس کا جھوٹ کھل گیا اور ان سے پوچھا گیا کہ کیا واقعی تم نے اس روایت کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) سے سنا ہے تو کہنے لگے: «لا هذا من کیسِ أبي هريرَةَ»

اور ان کے پاس ایک گونی نہی تھی خود یہ کہتے ہیں: میرے پاس دو گونیاں یا تھیلیاں ہیں، ایک گونی یا تھیلی کو میں نے عمر کے دور میں کھولا، لیکن اگر دوسری بھی کھول دیتا تو میری گردن اڑا دی جاتی۔

میزبان:

ایک چاول سے دیگ کے سارے چاول کا پتہ چل جاتا ہے!

آیت اللہ ڈاکٹر حسینی قزوینی:

یہ روایت جو میں نے عرض کیا وہ کتاب «صحیح بخاری» سے نقل کیا ہے، جبکہ «مسند أحمد بن حنبل» میں اور دیگر کتابوں میں جو اور بھی عجیب و غریب روایات ہیں ان کا تو میں نے ذکر ہی نہیں کیا۔ بہر حال روایت کی سند بہت واضح اور روشن ہے اب قضاوت ناظرین کے ہاتھ میں ہے.

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللھم صل علی محمد وآل محمد وعجل فرجھم